Vol.5 No. 2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

جرائم کنٹرول کرنے کے لیے قرآن کا نظریہ جرم وسزا اور مقاصد

The Quran's view of crime, punishment and purpose for controlling crime

1. Imtiaz Ahmad Malik, M.phil scholar, KFUEIT, RYK
2. Majid Rashid, Lecturer of Islamic Studies, KFUEIT, RYK

Abstract:

The Quranic style of dealing with crime and punishment is a revolutionary style. In order to control crime, the Quran has given the world a solid and comprehensive system in which it has not only created fear of God and fear of the Hereafter in the hearts of the people but has also given a practical system of punishment. There are three types of punishments in Islamic law. Boundaries, qisas and penalties. Everyone agrees on five boundaries. The limit of adultery, the limit of theft, the limit of qazf, the limit of robbery and the limit of alcohol. No limits can be waived once the limits have been established. Qisas can be forgiven by forgiving the heirs of the slain while the authorities have wide powers in penalties. Depending on the circumstances, these may be reduced. The main purpose of the Shariah punishments is to prevent the oppressor from oppressing and to correct him, but also to appease the oppressed and redress their grievances. By implementing these punishments, where crime can be controlled in the society, all kinds of social protection can be provided to the members of the society.

Keywords*: Quran, Crime control, Islamic punishment, Social Issues.*

جرم وسزا سے متعلق قرآن مجید کا اسلوب ایک انقلابی اسلوب ہے۔ قرآن کریم دنیا کی عام تعزیرات کی کتب کی طرح صرف جرائم اور ان کی سزاؤں کے بیان کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ ہر ہر جرم اور اس کی سزا کے ساتھ ساتھ خوف خدا اور خوف آخرت کو مستحضر کر کے انسان کے ذہنی رخ کو اس عالم کی طرف پھیر دیتا ہے جس کا خیال بھی اس کو ہر عیب اور گناہ سے پاک کر دیتا ہے۔ جرائم کو کنٹرول کرنے سے متعلق قرآن مجید نے جو عملی اقدامات بتائے، نتیجۃً اس کے عظیم ثمرات کا مشاہدہ دورِ رسالت اور دورِ صحابہ سے بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ اوّلاً تو کوئی شخص جرم کرنے کا سوچتا نہ تھا اور اگر کسی سے کوئی جرم سرزد ہو جاتا تو وہ خود ہی اقرار کر لیتا ورنہ اس کو سزا دینے میں کوئی رعائت رَوا نہ رکھی جاتی تھی چنانچہ اس دور میں چوری، ڈاکہ، زنا، تہمتِ زنا، قتل وغارت اور شراب پینے پر جو عملی سزائیں نافذ کی گئی اس سے تمام معاشرہ جرائم سے محفوظ ہو گیا تھا۔ قرآن کریم کا یہی اسلوب ایسا حکیمانہ طرز کا ہے جس نے دنیا میں ایسا انقلاب پیدا کیا جس نے انسانوں کا ایسا معاشرہ پیدا کیا جو فرشتوں سے بھی افضل سمجھا جاتا ہے۔ ذیل میں قرآنی نقطہ نظر سے مختلف جرائم پر جن سزاؤں کا ذکر ملتا ہے ان کو تفصیلاً بیان کیا جاتا ہے۔

شرعی سزاؤں کی اقسام

شرعی سزاؤں کی کُل تین اقسام ہیں۔[1]

---

[1] عوده، عبد القادر، التشريع الجنائي الإسلامي مقارناً بالقانون الوضعي، دار الكاتب العربي، بيروت، س ن، ج1، ص612

Vol.5 No. 2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

1۔ حدود

2۔ قصاص

3۔ تعزیرات

شرعی سزاؤں کے بارے میں ضروری امور سے واقفیت

تینوں قسموں کی تفصیل جاننے سے پہلے مختصراً چند ضروری امور سے واقفیت لازمی ہے اور وہ یہ کہ کچھ جرائم ایسے ہیں جن سے دوسرے انسانوں کو تکلیف یا نقصان پہنچتا ہے یعنی ان سے مخلوقِ خدا کا بھی حق مارا جاتا ہے اور خالق کائنات کی بھی اطاعت سے روگردانی ہوتی ہے۔ ایسے جرائم میں حق اللہ اور بندے کا حق دونوں متاثر ہوتے ہیں اور انسان دونوں کا ہی مجرم ٹھہرتا ہے لیکن کچھ جرائم ایسے ہیں جن میں حق اللہ غالب اور نمایاں حیثیت کا حامل ہوتا ہے جبکہ کچھ جرائم میں حق العبد کو نمایاں حیثیت حاصل ہوتی ہے اور وہ غالب ہوتا ہے۔ ایسے میں شریعت کے احکام کا مدار غالب اور نمایاں حیثیت پر رکھا گیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسلام نے خاص خاص جرائم کے علاوہ باقی جتنے بھی جرائم ہیں ان کی سزاؤں کا کوئی خاص پیمانہ مقرر نہیں کیا بلکہ قاضی کو اختیار دیا ہے کہ ہر زمانے، جگہ اور ماحول کے مطابق جتنی سزا بھی جرم کو ختم کرنے کے لیے ضروری سمجھے، وہ جاری کرے۔ مذکورہ تفصیل سے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ وہ جرائم جن کی سزا قرآن و سنت میں متعین نہیں کی گئی بلکہ حکومت وقت کی صواب دید پر چھوڑا گیا ہے، ایسی سزاؤں کو شرعاً "تعزیرات" کا نام دیا گیا ہے۔ اور ایسے جرائم جن کی سزائیں قرآن و سنت نے متعین کر دی ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن میں حق اللہ کو غالب مانا گیا ہے، ایسی سزا کو حد کہا جاتا ہے۔ جس کی جمع حدود آتی ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہے جن میں حق العبد کو غالب مانا گیا ہے ان جرائم کی سزا کو قصاص کہا جاتا ہے۔ حدود و قصاص کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود ہی تفصیل سے ذکر کر دیا ہے البتہ تعزیری جرائم کی تفصیلات کو رسول اکرم ﷺ کے بیان اور حکام وقت پر چھوڑ دیا ہے۔

تعزیری سزاؤں میں حکام کو وسیع اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ حالات کے پیش نظر تعزیری سزائیں ہلکی پھلکی بھی دی جاسکتی ہیں، سخت سے سخت بھی حتیٰ کہ معاف بھی کی جاسکتی ہیں۔

حدود کا دائرہ کار وسیع نہیں۔ ان میں کسی حکومت، کسی حاکم یا امیر کو اس کے معاف کرنے کا کوئی اختیار نہیں، نہ ہی ان میں کسی بھی قسم کی کمی و بیشی یا تبدیلی کا اختیار حاصل ہے۔ اسلام میں پانچ حدود پر اتفاق ہے۔ زنا کی حد، حد قذف، حد سرقہ اور حد قطع الطریق یعنی ڈاکہ زنی کی حد یہ چار سزائیں تو قرآن مجید میں منصوص ہیں۔ پانچویں سزا حد شربِ خمر ہے جو صحابہ کرام کے اجماع سے ثابت ہے، یوں پانچ جرائم کی سزائیں شریعت میں متعین ہیں جن کو حدود کہا جاتا ہے۔ یہ سزائیں جس طرح کسی حاکم وقت کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتیں اسی طرح مجرم کے توبہ تائب ہونے سے بھی دنیوی سزا معاف نہیں ہوتی البتہ توبہ کر لینے سے آخرت کا گناہ اور سزا معاف ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ جتنے بھی تعزیری جرائم ہیں ان میں سفارش سنی جاسکتی ہے جبکہ حدود اللہ میں نہ سفارش کرنا جائز ہے اور نہ ہی سفارش سننا جائز ہے۔ حدیث رسول ﷺ سے اس کی سخت ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ حدود کی سزائیں عموماً جس طرح سخت ہیں اسی طرح ان کا قانونِ نفاذ بھی سخت ہے۔ اور اسی طرح ان کے ثبوت جرم کی شرائط بھی نہایت سخت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان شرائط میں سے اگر کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جاتی ہو تو حد ساقط ہو جاتی ہے بلکہ حدود تو ادنیٰ سے شبہ سے بھی ساقط ہو جاتی ہیں۔ یہ بات بھی سمجھ لی جائے کہ جن معاملات میں حد شرعی کسی شبہ سے ساقط ہو جاتی ہے تو یہ ضروری نہیں کہ مجرم کو کھلی چھٹی مل جاتی ہے کہ مجرم کو اور بھی زیادہ جرم پر جرات پیدا ہو بلکہ وقت کا حاکم اور قاضی اس کو مناسب حال کوئی تعزیری سزا دے سکتا ہے۔ یہ حال تمام حدود کا ہے کہ کسی شبہ کے سبب یا شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے اگر حد ساقط ہو جائے تو حاکم وقت کوئی اور تعزیری سزا دے سکتا ہے تاکہ جرائم کا سدِباب ہو سکے۔

قصاص کی سزا بھی اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں حدود کی طرح متعین کر دی ہے کہ جان کے بدلے جان لی جائے اور زخموں کے بدلے مساوی زخموں کی سزا دی جائے فرق صرف اتنا ہے کہ حدود کو حق اللہ کی حیثیت سے نافذ کیا گیا ہے لہٰذا اگر صاحب حق انسان سزا کو معاف بھی کرنا چاہے تو یہ سزا معاف نہ ہو گی اور حد ساقط نہ ہو گی بخلاف قصاص کے کہ اس میں حق العبد کو غالب قرار دیا گیا ہے اس لیے قاتل پر اگر جرمِ قتل ثابت ہو جائے تو اس کو مقتول کے ولی کے سپرد کیا جائے گا وہ چاہے تو قصاص لے لے اور اگر چاہے تو قاتل کو معاف کر دے۔ [2]

1۔ حدود کا بیان

اسلام میں پانچ حدود پر اتفاق ہے جو قرآن وسنت سے ثابت ہیں۔

1۔ حد زنا [i]

2۔ حد قذف (تہمتِ زنا کی حد)

3۔ حد سرقہ (چوری کی حد)

4۔ حد قطع الطریق (ڈاکہ زنی کی حد)

5۔ حد شربِ خمر (شراب پینے کی حد)

ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ حدِ زنا

قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے: "وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا "[3] اس آیت میں زنا کی حرمت کے متعلق اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ زنا ایک بہت بڑی بے حیائی اور برا راستہ ہے لہٰذا زنا کے قریب بھی مت جاؤ۔

یہ آیت فعلِ زنا کی قباحت اور مذمت کو بیان کرتی ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھی جائے کہ زنا کی سزا کا حکم آہستہ آہستہ نازل ہوا ہے چنانچہ زنا کی سزا کے متعلق سب سے پہلے سورۃ النساء کی آیت نازل ہوئی جس میں زانیہ عورت پر زنا کے ثبوت میں چار مردوں کی شھادت کے بعد گھروں میں قید رکھنے اور اذیت پہنچانے کا حکم نازل ہوا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: "وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ۝ "[4]

---

[2] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارہ معارف القرآن کراچی، ط2005ء، ج3، ص116 تا 119

[3] بنی اسرائیل 17/ 32

[4] النساء 4/ 15

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

(اور تمہاری عورتوں سے جو عورتیں بدکاری کریں تو ان پر اپنے چار مردوں کی گواہی طلب کرو پس اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو حتٰی کہ موت ان کی عمریں پوری کردے یا بنادے اللہ ان کے لیے کوئی راستہ)

اس آیت میں جو گھروں میں قید اور ایذا کا حکم مذکور ہے وہ حدِ زنا والی آیت کے نزول کے بعد منسوخ ہو چکا ہے۔ شرعی حد زنا والی آیت جو پچھلی آیت کے لیے ناسخ بھی ہے وہ سورۃ النور کی آیت ہے جس میں اللہ تعالی نے زانی مرد اور زانیہ عورت کے لیے سو کوڑوں کی سزا کا حکم نازل فرمایا اور وہ یہ آیت ہے: "الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ "[5]

(زناکار عورت اور زناکار مرد ان میں سے ہر ایک کو 100 کوڑے لگاؤ اور اللہ کے دین میں تمہیں ان دونوں پر ترس نہ آئے اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ اور آخرت کے دن پر اور ان کی سزا کے وقت مومنین کا ایک گروہ حاضر ہو)

سورۃ النساء کی آیت 15 میں جس سبیل کا ذکر اللہ تعالٰی نے فرمایا تھا اس سبیل کی وضاحت اللہ تعالٰی نے سورۃ النور کی مذکورہ بالا آیت میں فرمادی اور قیامت تک کے لیے غیر شادی شدہ مرد اور غیر شادی شدہ عورت کے زنا کرنے کی صورت میں سو کوڑوں کے لگانے کا حکم نازل فرمایا۔ اور شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کے لیے رجم کا ثبوت وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم اور دیگر کتابوں میں موجود ہے جس میں حضرت عبادہ بن صامتؓ آپ ﷺ سے مروی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: " خُذُوا عَنِّي خُذُوا عَنِّي قَدْ جَعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلًا الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ"[6]

صحیح مسلم کی اس حدیث مبارکہ اور دیگر کتبِ احادیث سے شادی شدہ عورت و مرد کے لیے رجم یعنی سنگساری کی سزا ثابت ہے لیکن اس حدیث سے ایک اضافی سزا بھی ثابت ہو رہی ہے اور وہ یہ کہ سنگساری سے پہلے ان کو سو کوڑے بھی مارے جائیں لیکن نبی ﷺ، دیگر روایاتِ حدیث اور اکثر خلفاء راشدین کے تعامل سے یہ بات ثابت ہے کہ ان دونوں سزاؤں کو جمع نہیں کیا جائے گا۔ شادی شدہ پر صرف رجم یعنی سنگباری کی سزا ہی نافذ کی جائے گی۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ احادیث کی کتب میں حضرت عمر فاروقؓ کا خطبہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے ساتھ مذکور ہے جس سے رجم کا قطعی ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ مسلم شریف کی روایت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا جبکہ آپ رسول اکرم ﷺ کے ممبر پر تشریف فرما تھے کہ اللہ تعالٰی نے حضرت محمد (ﷺ) کو حق دے کر بھیجا، جو کچھ کتاب اللہ میں نازل ہوا اس میں آیتِ رجم بھی ہے جس کو ہم نے پڑھا، یاد کیا اور سمجھا پھر رسول اللہ ﷺ نے بھی رجم کیا اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے بعد رجم کیا، مجھے خطرہ ہے کہ زمانہ گزرنے ساتھ کوئی یوں نہ کہے کہ ہم کتاب اللہ میں رجم کا حکم نہیں پاتے تو وہ ایک دینی فریضہ

---

[5] النور 2/24

[6] مسلم، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري، المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، محقق محمد فؤاد عبد الباقي، ناشر دار إحياء التراث العربي، بيروت، جز3، ص1316، حدیث1690

چھوڑ دینے سے گمراہ ہو جاوے جو اللہ نے نازل کیا ہے اور سمجھ لو کہ رجم کا حکم کتاب اللہ میں حق ہے اس شخص پر جو مردوں اور عورتوں میں سے محصن ہو یعنی شادی شدہ ہو جب کہ اس کے زنا کرنے پر شرعی شہادت قائم ہو جائے یا حمل اور اعتراف پایا جائے۔[7]

نبی اکرم ﷺ ہی کے دور میں زنا کے اقرار پر یا زنا کے ثابت ہونے پر رجم یا کوڑوں کی سزا سے متعلق بہت سی روایات موجود ہیں جن کو کتبِ حدیث میں دیکھا جا سکتا ہے۔

شرائطِ حدِ زنا

حد زنا نافذ کرنے کے لیے فقہاء نے چند شرائط لازم کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

1۔ زنا کرنے والا عاقل شخص ہو۔

2۔ زانی مسلمان ہو۔

3۔ زانی مختار ہو اس کو مجبور نہ کیا گیا ہو۔

4۔ جس لڑکی سے زنا کیا گیا وہ چھوٹی عمر کی نہ ہو۔

5۔ زنا عورت سے کیا ہو نہ کہ کسی جانور وغیرہ سے۔

6۔ زنا کرنے والے کو زنا کی حرمت کا علم ہو۔

7۔ زنا کرنے میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو۔

8۔ عورت حربی نہ ہو۔

9۔ عورت زندہ ہو مردہ نہ ہو۔

10۔ زنا دار السلام میں کیا ہو نہ کہ دار الحرب میں۔

11۔۔ وطی فرج میں کی ہو نہ کہ دبر میں۔[8]

---

[7] صحیح مسلم، جز 2، ص65

[8] علامہ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال-لاہور، ط2000ء، ج4، ص790

زناکے گواہوں کی شرائط

زناکے گواہوں کی سات شرائط ہیں:

1۔ثبوتِ زناکے لیے گواہوں کا چار ہوناضروری ہے۔

2۔زناکے تمام گواہ مرد ہوں اس بارے میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں۔

3۔تمام گواہ آزادہوں۔اس میں غلام کی گواہی قبول نہیں۔

4۔چاروں گواہ عادل ہوں۔

5۔تمام گواہ مسلمان ہوں لہٰذااس میں ذمی کی گواہی قبول نہیں۔

6۔گواہ کیفیتِ زنابیان کریں کہ انہوں نے بالفعل زناہوتے دیکھاہے۔

7۔زناکے تمام گواہ ایک مجلس میں آئیں۔[9]

2۔حدِقذف(تہمتِ زناکی حد)

حدِقذف سے مراد کسی پاک دامن عورت پر زناکی تہمت لگانے کی حد ہے جس کی سزا قرآن پاک میں اس طرح بیان فرمائی ہوئی ہے:

"وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ"[10]

(اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر اس پر چار گواہ نہ لائیں توتم ان کو80 کوڑے مارو اور ان کی گواہی کو کبھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں)

اس سزاکے علاوہ زناکی تہمت لگانے والے لوگوں کے لیے دنیا میں لعنت اور آخرت میں سخت عذاب کی وعید بھی سنائی گئی ہے۔چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

"إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ "[11]

مندرجہ بالادونوں آیات کی روشنی میں زناکی تہمت لگانے والوں کے لیے مندرجہ ذیل سزائیں معلوم ہوتی ہیں:

---

[9] ابن قدامہ، أبو محمد موفق الدین عبد اللہ بن أحمد بن محمد بن قدامہ، المغنی لابن قدامہ، مکتبہ القاہرہ، ط 1968، جز9، ص69، مسئلہ 7184

[10] النور 24/4

[11] النور 24/23

1۔ان کو80 کوڑے مارے جائیں گے۔

2۔ان کی گواہی کو قبول نہ کیا جائے گا۔

3۔ان کو فاسق قرار دیا گیا۔

4۔ایسے لوگوں پر لعنت اور عذابِ عظیم ہو گا۔

حد قذف کا ثبوت سنتِ رسول ﷺ سے بھی ملتا ہے چنانچہ سھل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ:" أَنَّ رَجُلًا أَتَاهُ فَأَقَرَّ عِنْدَهُ أَنَّهُ زَنَى بِامْرَأَةٍ سَمَّاهَا لَهُ فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صلّى الله عليه وسلم إِلَى الْمَرْأَةِ فَسَأَلَهَا عَنْ ذَلِكَ فَأَنْكَرَتْ أَنْ تَكُونَ زَنَتْ فَجَلَدَهُ الْحَدَّ وَتَرَكَهَا "[12]

اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو اس کے زنا کے اقرار کرنے پر کوڑے مارے اور عورت کو انکار کرنے پر چھوڑ دیا۔

3۔حدِ سرقہ

اس سے مراد چوری کی حد ہے۔ چوری کی سزا ذکر کرتے ہوئے قرآن پاک میں ارشاد ہے: "وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ "[13]

(اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت پس کاٹ دو تم ان کے ہاتھ ان کے کیے کا بدلہ دینے کے لیے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا کے لیے)

لفظ سرقہ کا لغوی مفہوم قاموس میں یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا مال کسی محفوظ جگہ سے بغیر اس کی اجازت کے چھپ کر لے لے، یہ سرقہ ہے۔ شرعاً سرقہ کی تعریف یہی ہے۔اس اعتبار سے چوری کے ثبوت کے لیے چند باتیں ضروری ہوئیں:

پہلی بات یہ ہے کہ مالِ مسروقہ کسی فرد یا جماعت کی ذاتی ملکیت میں داخل ہو۔ چوری کرنے والے شخص کی نہ تو ملکیت ہو اور نہ ہی اس کی ملکیت کا شبہ ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ سرقہ کی تعریف میں مال سے مراد مالِ محفوظ ہے۔یعنی کسی مکان یا چوکیدار کے ذریعے مال کی حفاظت کی گئی ہو۔

ثبوتِ سرقہ کی تیسری شرط بلا اجازت ہونا ہے۔ اگر کسی کو مال لینے کی یا اٹھا کر استعمال کی اجازت دی ہوئی ہے اور وہ اس کو لے کر چلا جائے تو بھی حدِ سرقہ جاری نہ ہو گی۔ اجازت کے شبہ کا بھی یہی حکم ہے۔

ثبوتِ سرقہ کی چوتھی شرط مال کو چھپا کر لینا ہے۔ کیونکہ اگر کسی کا مال اعلانیہ لوٹا گیا تو وہ سرقہ نہ ہو گا بلکہ وہ توڈاکہ ہے جس کی سزا کا بیان آگے آئے گا۔ لہٰذا اگر چھپا کر نہ ہو تو بھی حدِ سرقہ جاری نہ ہو گی۔

ان چار شرائط کو جان لینے کے بعد معلوم ہوا کہ شرعاً چوری تب ثابت ہو گی جب یہ تمام شرائط پائی جائیں اور اگر ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو شرعاً چوری کا ثبوت نہ ہو گا لہٰذا حد جاری نہ ہو گی۔ ہاں البتہ حاکم وقت اس کو اپنی صوابدید کے مطابق کوئی اور تعزیری سزا دے سکتا ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی سمجھ لی جائے کہ جن صورتوں میں کسی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے سرقہ کا ثبوت نہیں ہوتا تو وہ فعل جائز اور حلال نہ ہو گا کیونکہ اس آیت میں گناہ اور آخرت کے عذاب کا ذکر نہیں بلکہ دنیوی سزا کا ذکر ہے۔ جبکہ ویسے اگر کسی کا مال بغیر اس کی دلی خوشی کے کسی بھی طرح لے لیا جائے تو وہ حرام ہو گا اور آخرت کے عذاب کا موجب ہو گا جیسا کہ

---

[12] ابو داود، سلیمان بن اشعث، سنن ابو داود ، مکتبہ عصریہ – بیروت، س ن،جز 4،ص150،حدیث4437

[13] المائدہ 5/38

Vol.5 No. 2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

قرآن کریم کی دوسری آیت "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ"[14] سے معلوم ہوتا ہے۔[15]

حدِ سرقہ کا ثبوت سنتِ رسول ﷺ سے بھی ملتا ہے چناچہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے: "أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُومِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ فَقَالُوا وَمَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمْ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمْ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا "[16]

(ایک مخزومی عورت کے معاملہ نے قریش کو فکر مند کر رکھا تھا تو وہ قریشی کہنے لگے کہ اس عورت کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کون بات چیت کرے گا۔لوگوں نے ان سے کہا کہ اس معاملہ کے متعلق حضرت اسامہ بن زیدؓ کے علاوہ کوئی بھی ہمت نہیں کر سکتا کیونکہ وہ رسول ﷺ کے محبوب ہیں پس اسامہ بن زید نے آپ ﷺ سے بات چیت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تو حدود اللہ میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتا ہے" پھر آپ ﷺ نے خطاب فرمایا: "بے شک تم سے پہلے کے لوگ اس لیے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں کوئی عزت دار شخص چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور جب ان میں کمزور شخص چوری کرتا تو اس پر حد کو قائم کر دیتے، اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنتِ محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا)

4۔حدِ قطع الطریق

اس سے مراد ڈاکہ زنی کی حد ہے۔ قرآن پاک میں محاربہ یعنی ڈاکے کی سزا کو بیان کرتے ہوئے ارشاد الٰہی ہے: "إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَاداً أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ "[17]

اس آیت میں اللہ تعالٰی نے ڈاکہ زنی کرنے والوں کے لیے یہ سزا بیان کی ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا ان کو سولی دے دی جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیے جائے یا ان کو جلاوطن کر دیا جائے۔

نزولِ آیتِ محاربہ کے متعلق امام رازیؒ نے چار وجوہ بیان کی ہیں جن میں سے چوتھی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ آیت مسلمان ڈاکوؤں کے متعلق ہے اور اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے۔[18]

---

[14] النساء4/29

[15] معارف القرآن،ج3،ص130

[16] بخاری، محمد بن إسماعیل، الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول الله ﷺ وسننه وأیامه (صحیح بخاری) ، دار طوق النجاة ، ط1422ھ،جز4،ص175،حدیث3475

[17] المائدہ5/33

[18] الرازي، أبو عبد الله محمد بن عمر فخر الدین، مفاتیح الغیب، دار إحیاء التراث العربي ،بیروت، ط1420 ھ، جز11، ص345

Vol.5 No. 2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

لفظِ محاربہ حرب سے ماخوذ ہے اس کا اصل معنی ہے سلب کرنا اور چھین لینا۔ اور محاورات میں یہ لفظ سلم کے مقابلے میں آتا ہے جس کا معنی امن و سلامتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرب کا مفہوم فساد اور بد امنی کا پھیلانا ہے۔ اور یہ تبھی ہو گا جب ایک طاقتور جماعت ڈاکہ زنی اور قتل و غارت گری کے لیے کھڑی ہو جائے، اس لیے فقہاء اس سزا کے لائق اس فرد یا جماعت کو سمجھتے ہیں جو مسلح ہو کر عام عوام پر ڈاکے ڈالے اور طاقت کے بل بوتے پر قانون شکنی کرے جس کو عام الفاظ میں ڈاکو یا باغی بھی کہا جا سکتا ہے۔ دوسری بات یہاں یہ قابلِ غور ہے کہ اس آیت میں محاربہ اللہ اور رسول کی طرف منسوب ہے حالانکہ اللہ اور اس کے رسول سے تو محاربہ ممکن ہی نہیں، محاربہ تو انسانوں سے ہوتا ہے تو اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ محاربہ و مقابلہ کرنے والا اللہ اور رسول کے قانون کو توڑتا ہے اگرچہ ظاہری طور پر وہ انسانوں سے لڑتا ہے لیکن حقیقت میں اس کی جنگ اسلامی حکومت کے خلاف ہے۔ اور جب اسلامی حکومت میں قانون اللہ اور رسول کا نافذ ہو تو اس محاربہ کو بھی اللہ اور رسول ﷺ کے مقابلے میں ہی کہا جائے گا۔ مزید یہ کہ اس جرم کی سزا خود قرآن ہی نے متعین کر دی ہے اور اس کو بطور حق اللہ کے نافذ کیا ہے جسے شریعت کی اصطلاح میں حد کہا جاتا ہے لہٰذا یہ سزا کسی انسان کے معاف کرنے سے معاف نہ ہو گی۔

باقی رہی یہ بات کہ رہزنی اور ڈاکہ کی شرعی سزا ہے کیا تو آیت مذکورہ میں چار سزائیں ذکر کی گئی ہیں:

1۔ ان کو قتل کیا جائے۔

2۔ یا سولی چڑھایا جائے۔

3۔ یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مختلف جانبوں سے کاٹے جائیں۔

4۔ یا ان کو زمین سے نکال دیا جائے۔

رہزنی اور ڈاکے کی یہ سزائیں حرفِ اَو کے ساتھ قرآن پاک میں ذکر کی گئی ہیں جو چند چیزوں میں اختیار کے لیے بھی مستعمل ہے اور تقسیم کار کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لیے فقہاء صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت حرفِ اَو کو تخییر پر محمول کرتے ہوئے اس طرف گئی ہے کہ ان چاروں سزاؤں میں امیر اور امام کو اختیار حاصل ہے کہ ڈاکوؤں کی قوت، رعب و دبدبہ اور جرائم کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے ان کے حال کے مناسب چاہے تو چاروں سزائیں جاری کر دے اور اگر چاہے تو ان میں سے صرف ایک سزا دے۔ سعید ابن مسیبؒ، حسن بصریؒ، مجاہدؒ اور ائمہ اربعہ میں سے صرف امام مالکؒ کا یہی مذہب ہے۔ جبکہ باقی ائمہ ثلاثہ اور جماعت صحابہ و تابعین نے اس جگہ حرف اَو کو تقسیم کار کے معنی پر محمول کر کے آیت کا مفہوم یہ لیا ہے کہ ڈاکوؤں اور ڈاکہ زنی کی مختلف حالتوں پر مختلف سزائیں مقرر ہیں چنانچہ اگر ڈاکوؤں نے صرف قتل اور مال وغیرہ نہیں لوٹا تو ان کو صرف قتل کیا جائے گا (جو قرآن مجید کی پہلی سزا ہے) اور اگر انہوں نے قتل کے ساتھ ساتھ مال بھی لوٹا ہے تو ان کو سولی دی جائے گی (جو قرآن مجید میں دوسری سزا مذکور ہے) اور اگر انہوں نے صرف مال لوٹا ہے قتل نہیں کیا تو ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیے جائیں گے (جو قرآن مجید میں تیسری سزا ہے) اور اگر ڈاکوؤں نے ابھی تک نہ قتل کیا نہ ہی مال لوٹا بلکہ ارادہ کے بعد ہی گرفتار ہو گئے تو جلاوطن کیا جائے یا حضرت عمرؓ کے طریقے کے مطابق مجرم کو قید میں ڈال دیا جائے۔ مذہب ابو حنیفہؒ یہی ہے۔ یہاں تک دنیوی سزا کا بیان تھا البتہ اخروی سزا بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتی۔[19]

5۔ حدِ شربِ خمر

قرآن مجید میں شراب کی حرمت بتدریج نازل ہوئی ہے چنانچہ اس بارے میں سب سے پہلی جو آیت نازل ہوئی وہ یہ ہے: " يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا "[20]

اس سلسلے میں دوسری نازل ہونے والی آیت یہ ہے: " يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ "[21]

---

[19] معارف القرآن، ج3، ص 121

[20] البقرہ 2/219

[21] النساء 4/43

Vol.5 No. 2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اس سلسلے میں تیسری آیت تحریمِ خمر والی آیت ہے: " يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ "[22]

(اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا اور بت اور فال نکالنے کے پانسے سب ناپاک، شیطانی کام ہیں پس تم ان سے بچتے رہو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ)

مندرجہ بالا آیات سے شراب کا حرام ہونا، ناپاک اور شیطانی عمل ہونا ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ شراب اخلاقی، معاشرتی اور معاشی بگاڑ اور خرابیوں کی جڑ ہے۔ بظاہر شراب کے اس قرآنی حکم سے شربِ خمر پر کسی قسم کی کوئی سزا اور حد کا ثبوت نہیں ملتا لیکن شراب کی حد 40 کوڑے سنت رسول ﷺ سے اور اجماعِ صحابہ سے 80 کوڑے کے نفاذ اور عمل سے ثابت ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے شراب پینے والوں پر حد جاری کی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے: " أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ، فَجَلَدَهُ بِجَرِيدَتَيْنِ نَحْوَ أَرْبَعِينَ»، قَالَ: وَفَعَلَهُ أَبُو بَكْرٍ، فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ اسْتَشَارَ النَّاسَ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: أَخَفَّ الْحُدُودِ ثَمَانِينَ، «فَأَمَرَ بِهِ عُمَرُ "[23]

یعنی نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک مرد کو لایا گیا جو شراب پیے ہوئے تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو دو چھڑیوں کے ساتھ چالیس دفعہ مارا، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے بھی ایسا ہی کیا، پھر جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے عوام الناس سے مشورہ طلب کیا تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ کم سے کم حد کی مقدار اَسی کوڑے ہے پھر حضرت عمرؓ نے اَسی کوڑے مارنے کا حکم دے دیا (اور اسی پر سب کا اتفاق ہو گیا)

2۔ قصاص کا بیان

قصاص سے مراد عام طور پر قتل کا بدلہ قتل لیا جاتا ہے لیکن قصاص میں وہ سب سزائیں شامل ہیں جو کسی کو جسمانی طور پر زخمی کرنے کی صورت میں مجرم کو دی جاتی ہیں۔ حکم قصاص کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ"[24] (اے ایمان والو! تم پر قتل کے مقدموں میں قصاص کو فرض کیا گیا ہے آزاد آدمی کو آزاد آدمی کے بدلے میں قتل کیا جائے گا اور غلام کو غلام کے بدلے اور عورت کو عورت کے بدلے پس جس کو معافی دے دی گئی اس کے بھائی کی طرف سے تو اسے بھلائی کی اتباع کرنی چاہیے اور آسانی کے ساتھ دیت کو ادا کرنا چاہیے یہ تخفیف اور رحمت ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے پس اس کے بعد جو زیادتی کرے تو اس کے لیے دردناک عذاب ہو گا اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے اے عقل والو تا کہ تم بچو (قتلِ ناحق سے)

حکم قصاص سنتِ رسول ﷺ سے بھی ثابت ہے چنانچہ سنن دار قطنی میں ایک حدیث مذکور ہے:"مَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا أَنْ يَقْتُلَ وَإِمَّا أَنْ يُفَادِيَ أَهْلَ الْقَتِيلِ"[25] آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کا کوئی (عزیز) قتل ہو جائے تو اس کو دو اختیار ہیں یا تو قصاص لے لے یا دیت۔

مذکورہ بالا آیت اور حدیث کو اکٹھا ملا کر پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ قتل عمد کی صورت میں قاتل کو یا تو مقتول کے بدلے قتل کیا جائے گا یا اگر مقتول کے ورثا چاہیں تو قاتل سے خون بہا یعنی دیت لے سکتے ہیں۔ حکم قصاص کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد زیادتی کرنے والے کے لیے عذابِ الیم ہے۔ مطلب یہ

---

[22] المائدہ 5/ 90

[23] صحیح مسلم، جز3، کتاب الحدود، ص1330، حدیث1706

[24] البقرہ 2/ 179،178

[25] دارقطني، أبو الحسن علي بن عمر، سنن الدارقطني، مؤسسة الرسالة، بيروت، ط2004 ء ، جزء4، حديث 3151

Vol.5 No. 2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ہوا کہ اگر مقتول کے ورثا قاضی کی عدالت میں قاتل سے دیت لینے پر راضی ہو جائیں اور قاتل کو قصاص میں قتل نہ کرنا چاہیں تو قاتل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس دی ہوئی نرمی سے فائدہ اٹھائے اور مقتول کے ورثا کو دیت ادا کر دے۔ اور اگر قاتل مقتول کے ورثا سے مزید زیادتی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے لیے درد ناک عذاب ہے۔

قصاص کی دوسری صورت کسی عضو کو تلف کر دینا یا عضو کی صلاحیت کو تلف کر دینا ہے۔ ایسے میں مجرم کو جرم کے بقدر سزا دی جائے گی۔ چنانچہ اس بارے میں ارشادِ الٰہی ہے: "أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ "[26]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قتل کے بدلے میں قصاص اور اعضاء کے تلف کرنے کی صورت میں برابر کے بدلے اور دیۃ کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

قصاص کی ان دونوں صورتوں کا بدل اللہ تعالیٰ نے بطور تخفیف و رحمت کے دیت مقرر فرمائی ہے۔ قصاص اور دیت کی مکمل تفصیل کتبِ فقہ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

3۔ تعزیرات کا بیان

تعزیرات کا ثبوت اگرچہ قرآن مجید سے ہمیں نہیں ملتا تاہم حدیث و تعاملِ صحابہ کی بنیاد پر اور مضمون کی تکمیل کے لیے تعزیرات کو مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

تعزیرات جمع ہے تعزیر کی۔ اور شرعی طور پر تعزیر سے مراد ایسے جرائم پر سزا دینا جن کے ارتکاب کرنے پر شرعی نصوص میں کوئی حد مقرر نہیں کی گئی۔ سزا کی یہ تیسری قسم ہے جو اسلامی فوجداری نظام میں بکثرت استعمال ہوتی ہے۔ اصل میں تعزیر سے مراد اصلاح بذریعہ تادیب ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے: "انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا "[27] یعنی اپنے بھائی کی مدد کر چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے پوچھا کہ ظالم کی مدد کیسے ممکن ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے ظلم سے باز رکھے۔ تعزیر بھی ظالم کو ظلم سے باز رکھنے کی ہی ایک صورت ہے۔

تعزیر کا نفاذ حاکم وقت کی اپنی صوابدید پر ہے۔ حاکم وقت یہ اختیار قاضی کے ذریعے استعمال کرتا ہے۔ تعزیر وہاں پر جاری کی جاتی ہے جہاں پر کسی وجہ سے حد کا سقوط ہو جائے یا اصل نصوص میں ان مقامات کی نشاندہی نہ ہو جن کو عبور کرنا موجبِ حد ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر شراب نوشی تو موجبِ حد ہے لیکن اس کی تیاری، پیکنگ، اس کی نقل و حمل، لین دین، خرید و فرخت، اس کی تجارت، تجارتی معاہدات اور ان پر گواہی تقریباً دس امور ایسے ہیں جو شراب سے متعلق ہیں جن پر نبی ﷺ نے لعنت فرمائی ہے لیکن نصوص میں باقاعدہ کوئی سزا مقرر نہیں کی گئی۔ ان امور پر سزا دینا شریعت نے حاکم وقت کی صوابدید پر چھوڑا ہے۔ حد اور تعزیر دونوں سزائیں ہیں لیکن حد اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی ہوئی سزا ہے اس لیے اس میں کمی و بیشی کرنا امام کے اختیارات میں سے نہیں ہے جبکہ تعزیر ایسی سزا ہے جس کی مقدار، حجم، نوعیت اور تنفیذ کا طریقِ کار امام کے اختیار میں ہے یہاں تک کہ وہ تعزیری سزا کو موقوف اور معاف بھی کر سکتا ہے۔[28]

تعزیری سزاؤں کی اقسام

تعزیری سزاؤں کی مزید کئی اقسام ہیں جن کو مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

تعزیری سزاؤں کی اولاً دو بڑی قسمیں ہیں۔ جسمانی تعزیری سزائیں اور مالی تعزیری سزائیں

جسمانی تعزیری سزاؤں کی مزید قسمیں مندرجہ ذیل ہیں۔

---

[26] المائدہ 5/45

[27] صحیح بخاری، جز3، ص128، حدیث 2444

[28] شام، شہزاد اقبال، اسلام کا تصور جرم و سزا، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد، ط 2003ء، ص13، 14

Vol.5 No. 2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اصل تو یہ ہے کہ تعزیری سزا قتل تک نہ پہنچے تاہم بعض فقہاکا یہ کہنا ہے کہ متعین جرائم میں مخصوص شرائط کے ساتھ تعزیرًا قتل کی سزا دینا جائز ہے۔

2۔ تعزیرًا کوڑے مارنا

3۔ تعزیرًا قید کرنا

4۔ تعزیرًا جلاوطن کرنا

مالی تعزیری سزاؤں کی مزید قسمیں مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ وقتی طور پر مال کو قبضہ میں لے لینا

2۔ مال کو تلف کر دینا

3۔ تغیر و تبدل کر دینا[29]

تعزیرات کی مکمل تفصیلات جاننے کے لیے کتبِ فقہ کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

☆شرعی سزاؤں کے مقاصد

جس طرح ہر جرم کی سزا مختلف ہے اسی طرح ہر شرعی سزا کے مقاصد بھی مختلف ہیں تاہم مذکورہ بالا سزاؤں کے مقاصد مندرجہ ذیل ہوسکتے ہیں۔

1۔ فطری قوانین کی خلاف ورزی (جرم) کی صورت میں نتیجہ لازمی طور پر سزا کی صورت میں ظاہر ہونا چاہئے۔

2۔ سزاؤں کا ایک مقصد مجرم کی اصلاح بھی ہو سکتا ہے۔

3۔ ایک مقصد مظلوم کی تسکین بھی ہو سکتا ہے تا کہ اس کے ساتھ کی گئی حق تلفی کا ازالہ ہو سکے۔ اگر اس کی حق تلفی کا ازالہ نہ کیا جائے تو جرائم اس قدر بڑھ جائیں گے کہ انہیں کنٹرول کرنا مشکل ہو جائے گا۔

4۔ ایک بنیادی مقصد معاشرے میں عدل و انصاف کو قائم رکھنا بھی ہو سکتا ہے۔

5۔ ایک مقصد خود قرآن میں قصاص کا مذکور ہے چناچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:" وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ "[30] (اور قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے)

6۔ ایک مقصد جرائم پر کنٹرول پانا بھی ہو سکتا ہے۔ شر کی جانب میلان رکھنے والے لوگ سزاؤں کو دیکھ کر خوف زدہ ہوں گے اور جرم کرنے سے ڈریں گے۔ اس طرح معاشرے کو ہر طرح کا سماجی تحفظ حاصل ہو گا۔

7۔ سزاؤں کی صورت میں جرائم پر کنٹرول پاکر معاشرے کو سماجی و معاشی ترقی کے راستے پر گامزن کرنا بھی ان سزاؤں کا ایک مقصد ہو سکتا ہے۔

8۔ سماج سے بدامنی کا خاتمہ کر کے امن و سکون قائم کرنا بھی ایک بڑا مقصد ہو سکتا ہے۔

خلاصہ کلام

جرائم کنٹرول کرنے کے لیے قرآن نے دنیا کو ایک ٹھوس اور جامع نظام دیا ہے جس میں لوگوں کے دلوں میں نہ صرف خوفِ خدا اور خوفِ آخرت پیدا کیا بلکہ سزاؤں کا ایک عملی نظام بھی دیا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ میں سزاؤں کی تین اقسام ہیں۔ حدود، قصاص اور تعزیرات۔ پانچ حدود پر سب کا اتفاق ہے۔ حدِ زنا، حدِ سرقہ، حدِ قذف، ڈاکہ زنی کی حد اور حدِ شُربِ خمر۔ حدود ثابت ہونے کے بعد کسی صورت معاف یا ساقط نہیں ہو سکتیں۔ قصاص مقتول کے ورثا کے معاف کرنے سے ساقط ہو سکتا ہے جبکہ تعزیری سزاؤں میں حکامِ وقت کو وسیع اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ حالات کے پیشِ نظر اِن میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے۔ شرعی سزاؤں کا بنیادی

---

[29] رشاد احمد، محمد مرسل فرمان، مقالہ "اسلام اور ہندومت کا تصورِ سزا"، جہات الاسلام، ج7، جولائی-دسمبر 2013ء، ش1، ص68 تا 72

[30] البقرہ 2/179

Vol.5 No. 2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

مقصد جہاں ظالم کو ظلم سے روکنا اور اس کی اصلاح کرنا ہے وہاں مظلوم کی دلی تسکین اور اس کی حق تلفی کا ازالہ کرنا بھی ہے۔ ان سزاؤں کو عملاً نافذ کر کے جہاں معاشرے میں جرائم کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے وہاں معاشرے کے افراد کو ہر طرح کا سماجی تحفظ بھی فراہم کیا جاسکتا ہے۔

مصادر و مراجع

1. عوده، عبد القادر، التشريع الجنائي الإسلامي مقارناً بالقانون الوضعي، دار الكاتب العربي، بيروت، س ن
2. مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارہ معارف القرآن کراچی، ط2005ء
3. بنی اسرائیل 17
4. النساء 4
5. النور24
6. مسلم، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري، المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله ﷺ، محقق محمد فؤاد عبد الباقي، ناشر دار إحياء التراث العربي ، بيروت
7. علامہ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال-لاہور، ط2000ء
8. ابن قدامہ، أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامہ، المغنى لابن قدامہ، مكتبہ القاہره، ط 1968
9. ابو داود، سليمان بن اشعث، سنن ابو داود ، مكتبہ عصريہ – بيروت، س ن
10. المائدہ
11. بخارى، محمد بن إسماعيل، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله ﷺ وسننه وأيامه (صحيح بخارى) ، دار طوق النجاة، ط1422ھ
12. الرازي، أبو عبد الله محمد بن عمر فخر الدين، مفاتيح الغيب، دار إحياء التراث العربي ،بيروت، ط1420 ھ، جز11، ص345
13. البقرہ2
14. دارقطني، أبو الحسن علي بن عمر، سنن الدارقطني،مؤسسة الرسالة ، بيروت،ط2004 ء
15. شام، شہزاد اقبال، اسلام کا تصور جرم و سزا، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد، ط2003ء
16. رشاد احمد، محمد مرسل فرمان، مقالہ "اسلام اور ہندومت کا تصورِ سزا"، جہات الاسلام، ج7، جولائی-دسمبر 2013ء